

الغدير اور اسلامی اتحاد

<?xml encoding="UTF-8?">

ہمارے زمانے کے مصلحین اور روشن فکر دانشور اسلامی فرقوں کے اتحاد و یکجہتی کو ملت اسلامیہ کی بنیادی ترین ضرورتوں میں شمار کرتے ہیں بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ دشمن چاروں طرف سے اسلام و مسلمین پر حملے کر رہا ہے اور مختلف وسائل و ذرائع استعمال کر کے مسلمانوں کے درمیان پرانے اختلافات کو دوبارہ ہوا دیکر نئے طریقوں سے ان کو تفرقہ و تشتت میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہا ہے بنیادی طور پر جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ شارع مقدس اسلام نے اتحاد کو نہایت اہمیت دی ہے اور اتحاد کو اسلام کے اہم ترین مقاصد میں شامل کیا ہے اس امر کی گواہی قرآن و سنت بھی دے رہے ہیں بنابرین بعض لوگوں کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ "الغدير" جیسی کتاب کی اشاعت کہ جس کا موضوع مسلمانوں کا بنیادی اختلافی مسئلہ ہے کیا اسلامی اتحاد جیسے مقدس و اعلیٰ ہدف میں رکاوٹ نہیں ہے؟ اس سوال کا واضح و اطمینان بخش جواب دینے کے لئے ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ اسلامی اتحاد کا مفہوم کیا ہے اور اس کی حدود کہاں تک ہیں اسکے بعد ہم گرانقدر کتاب الغدير اور اس کے جلیل القدر مصنف علامہ امینی رضوان اللہ علیہ کے کردار پر روشنی ڈالیں گے۔

اسلامی اتحاد :-

اسلامی اتحاد سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ مراد ہے کہ اسلامی مذاہب میں ایک کا انتخاب کیا جائے اور دیگر مذاہب کو کنارے لگادیا جائے، یا یہ مراد ہے کہ تمام مذاہب کے اشتراکات کو لیکر مفترقات کو مسترد کردیا جائے اور ایک نیا مذہب بنایا جائے کہ اس طرح سارے مذاہب کا عدم ہوجائیں؟ یا اتحاد اسلامی سے مراد مذاہب کا اتحاد نہیں بلکہ مسلمانوں کا اتحاد ہے؟ وہ اس طرح سے کہ اسلامی مذاہب کے پیرو اپنے اختلافات کو ہاتھ لگائے بغیر مشترکہ دشمن کے مقابل متحد ہوجائیں۔

اسلامی اتحاد کے مخالف اتحاد کو غیر منطقی اور غلط معنی میں پیش کرکے کہتے ہیں کہ اتحاد سے مراد مذاہب کا اتحاد ہے تاکہ پہلے ہی مرحلے میں وہ شکست سے دوچار ہوجائے۔ صاف روشن ہے کہ علماء اور روشن فکر اسلامی دانشوروں کے نزدیک اتحاد یہ نہیں ہے کہ تمام مذاہب کو ملاکر ایک کردیا جائے یا تمام مذاہب کے مشترکات کو لے لیا جائے یا ان کے مفترقات کو ترک کردیا جائے کیونکہ یہ نہ معقول ہے نہ منطقی بلکہ ان لوگوں کے کہنے کا یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں کو مشترکہ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد اور ایک ہوجانا چاہیے۔

مسلمان علماء اور دانشوروں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے پاس اتحاد کے بہت سے اسباب ہیں جو مسلمانوں کے اتحاد کا باعث بن سکتے ہیں سارے مسلمانان ایک خدا، ایک رسول پر ایمان رکھتے ہیں سارے مسلمانوں کی ایک کتاب ہے یعنی قرآن کریم، اور سب کا قبلہ بھی ایک ہی ہے سارے مسلمان ایک ساتھ ایک دن اور ایک ہی جگہ پر حج بجاتے ہیں ان کی عبادات و معاملات کے احکام ایک جیسے ہیں کچھ جزئی امور میں اختلاف کے علاوہ ان

کے مابین اختلاف نہیں ہے مسلمان ایک ہی نظریہ کائنات رکھتے ہیں ان کی ایک ہی تہذیب و تمدن ہے اور سب اس عظیم تہذیب و تمدن میں برابر کے شریک ہیں ۔

ان تمام امور میں اتحاد مسلمانوں کو امت واحدہ میں تبدیل کرسکتاہے اور وہ ایسی عظیم طاقت بن کر ابھر سکتے ہیں جس کے سامنے دنیا کی تمام طاقتیں جھکنے کو مجبور ہوجائیں گی ۔

قرآن کریم نے اتحاد پر بے حد زور دیا ہے قرآن کے صریحی حکم کے مطابق مسلمان بھائی بھائی ہیں اور ان کے حقوق اور ذمہ داریاں انہیں ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہیں تاہم مسلمان ہر طرح کے وسائل و ذرائع کے مالک ہونے کے باوجود ان سے استفادہ کیوں نہیں کرتے؟

علماء کی نظر میں اس بات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ مسلمان اتحاد کے لئے اپنے مذہب کے اصول و فروع پر کسی طرح کا سمجھوتہ کریں اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اپنے اصولی اور فروعی اختلافات کے سلسلے میں بحث و استدلال اور تحقیقات نہ کریں بلکہ اتحاد کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان یہ کوشش کریں کہ ایک دوسرے کے جذبات مجروح نہ ہوں ، ایک دوسرے کو برا بھلا نہ کہیں ، ایک دوسرے پر تہمت و بہتان نہ لگائیں اور کم از کم ان اصولوں کی پابندی کریں جو اسلام نے غیر مسلمانوں کو اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے وضع کئے تھے ۔

اتحاد کے بارے میں بعض لوگ یہ منفی سوچ رکھتے ہیں کہ جو مذاہب صرف فروع میں اختلاف رکھتے ہیں جیسے شافعی اور حنفی وہ آپس میں ایک ہوسکتے ہیں لیکن جو مذاہب اصول میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں ان کے مابین اتحاد ممکن نہیں ہے ، اس فکر کے حامل لوگوں کا کہنا ہے کہ اصول مذہب بہم پیوستہ تعلیمات کا ایسا مجموعہ ہے جس میں ایک اصل پرلچک دکھانے سے گویا سارے اصول ناکارہ ہوجاتے ہیں ۔ علماء و دانشور ان لوگوں کو یہ جواب دیتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اصول دین کو بہم پیوستہ اصولوں کا مجموعہ سمجھیں اور "یا سب یا کچھ بھی نہیں" کے اصول کی پیروی کریں بلکہ یہاں پر یہ قاعدہ لاگو کیا جائے گا کہ المیسور لایسقط بالمعسور، و مالایدرک کلہ لایت ترک کلہ یعنی ناممکن امر کی بنا پر ممکن امر کو ترک نہیں کیا جاسکتا ہے اور جس چیز کو مکمل طرح سے درک (حاصل) نہیں کیا جاسکتا اسے مکمل طرح سے چھوڑا بھی نہیں جاسکتا ۔

اس سلسلے میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت ہمارے لئے بہترین نمونہ عمل ہے آپ نے مسلمانوں کو تفرقہ و تشتت سے بچانے کے لئے ایسا بے مثال منطقی اور معقول موقف اپنایا تھا جو آپ کی عظیم شخصیت کے شایان شان تھا، آپ نے اپنے حق کی بازیابی کے لئے اپنی طاقت بھر کوشش کی امامت کے احیاء کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن کبھی بھی "یا سب یا کچھ نہیں" کے اصول پر عمل نہیں کیا بلکہ برعکس مالایدرک کلہ لایت ترک کلہ کے اصول کو اپنی روش کی بنیاد قرار دیا۔

امیرالمومنین علی علیہ السلام نے اپنے حق کے غاصبوں کے خلاف قیام نہیں کیا اور آپ کا قیام نہ کرنا مجبوری کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ آپ نے سوچ سمجھ کر یہ موقف اختیار کیا تھا، آپ موت سے نہیں ڈرتے تھے بلکہ شہادت آپ کی دیرینہ آرزو تھی اور آپ نے فرمایا ہے کہ آپ موت سے اس طرح مانوس تھے جس طرح بچہ اپنی ماں کے دودھ سے مانوس ہوتا ہے ، حضرت علی علیہ السلام نے اپنے زمانے میں اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ ان حالات میں ترک قیام بلکہ تعاون ضروری ہے آپ نے متعدد مرتبہ اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے ، مالک اشتر کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ فامسکت یدی حتی راجعة الناس قد رجعت عن الاسلام و اہلہ یدعون الی محق دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فخشیت ان لم انصر الاسلام و اہلہ اری فیہ ثلما و ہدما تکون

المصيبة به على اعظم من فوت ولايتكم التي انما هي متاع ايام قلائل "ان حالات میں میں نے اپنا ہاتھ روکے رکھا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مرتد ہونے والے اسلام سے مرتد ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں اب میں ڈرا کہ اگر کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہوئے میں اسلام و مسلمین کی مدد نہ کرونگا تو یہ میرے لئے تمہاری خلافت کے ہاتھ سے چلے جانے سے بڑی مصیبت ہوگی جو کہ چند دنوں کا اثاثہ ہے۔"

چھ افراد پر مشتمل شوری میں عثمان کے خلیفہ چنے جانے کے بعد آپ نے شوری کو مخاطب کر کے کہا کہ لقد علمتم اني احق الناس بهامن غيري والله لاسلمن ماسلمت امور المسلمين ولم يكن فيها جورا لعلی خاصة (خطبة 72) "تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں سے زیادہ خلافت کا حق پہنچتا ہے خدا کی قسم جب تک مسلمانوں کے امور کا نظم و نسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور کا نشانہ بنتی رہے گی میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا تاکہ (اس صبر پر) اللہ سے اجر و ثواب طلب کروں اور اس زیب و زینت و آرائش کو ٹھکرا دوں جس پر تم مر مٹے ہو۔"

ان امور سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بھی یا سب کچھ یا کچھ نہیں کے اصول پر عمل نہیں کیا بلکہ اس طرز فکر کو مسترد کیا یہاں اس مختصر مقالے میں اتحاد قائم رکھنے کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام کے اقدامات کا احصاء نہیں کیا جاسکتا آپ کی سیرت پر لکھی گئی کتابوں میں ان امور کا تفصیل سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

علامہ امینی

آئیے اب دیکھتے ہیں کہ علامہ امینی کتاب الغدير کے مولف کی سوچ کیا ہے اور کیا وہ صرف تشیع میں اتحاد کو منحصر سمجھتے ہیں یا یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اسلامی اتحاد کا دائرہ وسیع تر ہے اور کلمہ شہادتین کی ادائیگی کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے مسلمانوں کے ایک دوسرے پر حقوق بن جاتے ہیں اور قرآن کے مطابق ان کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

علامہ امینی نے اتحاد کے بارے میں اپنے نظریات متعدد مرتبہ بیان کئے ہیں اور یہ بھی واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ الغدير جیسی کتاب اتحاد بین المسلمین میں مثبت کردار کی حامل ہے۔

علامہ امینی نے دشمنوں کی صف یا خود اپنے حلقے میں موجود اعتراض کرنے والوں کا جواب دیتے ہوئے عالم اسلام میں کتاب الغدير کی افادیت اور مثبت کردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارا یہ کام خدمت دین اعلاے کلمہ حق اور امت اسلامی کو زندہ کرنے کے لئے ہے علامہ امینی الغدير کی تیسری جلد میں نقد و اصلاح کے زیر عنوان ابن تیمیہ، آلوسی، اور قصیمی کی یہ افترا پردازی کہ شیعہ اہل بیت کے بعض افراد جیسے زید بن علی کو دوست نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ "اس طرح کے جھوٹے الزامات اور تہمتیں فساد کا باعث ہوتی ہیں اور امت اسلامی میں دشمنی پھیلاتی ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتی ہیں امت کو متشتت کر دیتی ہیں اور مسلمانوں کے مفادات کے منافی ہیں"

علامہ امینی الغدير کی تیسری جلد میں سید رشید رضا کے ان الزامات کا جواب دیتے ہیں کہ شیعہ مسلمانوں کی ہر شکست سے خوش ہوتے ہیں یہاں تک کہ ایران میں روس کے ہاتھوں مسلمانوں کی شکست کا بھی جشن

منایا گیاتھا علامہ امینی ان الزامات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ جھوٹے الزامات خود سید رشید رضا کی ذہنی ایچ ہیں وہ لکھتے ہیں کہ اس طرح کے الزامات عراق و ایران کے شیعہ مسلمانوں پر لگائے جاتے ہیں لیکن ان دونوں ملکوں کا سفر کرنے والے سیاحوں مستشرقین اور اسلامی ممالک کے نمائندوں کو ایسی کوئی چیز نہیں دکھائی دی، شیعہ بلااستثناء تمام مسلمانوں کے جان و مال و آبرو کو محترم سمجھتا ہے اور جب بھی عالم اسلام میں کسی بھی علاقے اور کسی بھی فرقے پر براوقت پڑا ہے اہل تشیع نے ان کے ساتھ غم بانٹا ہے شیعہ نے کبھی بھی اسلامی اخوت کو جس پر قرآن و سنت نے تاکید کی ہے عالم تشیع میں محدود نہیں سمجھا ہے اور اتحاد کے سلسلے میں شیعہ و سنی میں کبھی فرق نہیں کیا ہے۔

علامہ امینی اپنی کتاب کی تیسری جلد میں قدماء کی بعض کتابوں جیسے ابن عبد ربہ کی عقد الفرید، ابوالحسین خیاط معتزلی کی الانتصار، ابومنصور بغدادی کی الفرق بین الفرق، محمد بن عبدالکریم شہرستانی کی الملل والنحل، ابن تیمیہ کی منهاج السنة، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ اور بعض متاخرین کی کچھ کتابیں جیسے شیخ محمد خضریٰ کی الامم الاسلامیہ، احمد امین کی فجر الاسلام، محمد ثابت مصری کی الجولۃ فی ربوع الشرق الادنی، قصیمی کی الصراع بین الاسلام والوثنیہ والشیعہ وغیرہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کتابوں پر تنقید کرنے سے ہمارا ہدف یہ ہے کہ ہم عالم اسلام کو خبردار کریں مسلمانوں کو بیدار کریں کہ یہ کتابیں عالم اسلام کے لئے شدید ترین خطرات کا باعث ہیں کیونکہ اسلامی اتحاد کو نشانہ بنایا ہوا ہے ان سے مسلمانوں کی صفوف میں شگاف پڑ جائیں گے ان کتابوں کی طرح سے کوئی اور شی مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان نہیں پہنچاتی اور ان کے رشتہ اخوت کو پارہ نہیں کرتی۔

علامہ امینی نے اپنی گرنقدر کتاب کی پانچویں جلد میں نظریۃ کریمہ کی زیر عنوان مصر کے ایک مصنف کے تعریفی خط کا جواب دیا ہے جس سے یہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ آپ اتحاد بین المسلمین کے بڑے حامیوں میں سے تھے علامہ امینی لکھتے ہیں کہ "مذہب کے بارے میں آراء و نظریات کا اظہار کرنا آزاد ہے اس سے رشتہ اخوت اسلامی کو کہ جس پر قرآن نے انما للمؤمنون اخوہ کی مہر لگائی نقصان نہیں پہنچتا گرچہ علمی بحث و مباحثہ، کلامی و مذہبی مجادلہ اپنے عروج ہی کو کیوں نہ پہنچا ہو، وہ لکھتے ہیں اس سلسلے میں ہمارے لئے ماسلف بالخصوص صحابہ و تابعین کی سیرت نمونہ عمل ہے۔

علامہ امینی لکھتے ہیں کہ ہم مصنفین و مولفین جو دنیا کہ گوشہ و کنار میں ہیں ہم اصول و فروع میں تمام اختلافات کے باوجود ایک جامع مشترکہ قدر کے حامل ہیں اور وہ خدا و رسول پر ایمان جو ہمارے وجود میں رچا بسا ہے اور یہی اسلام کی روح اور کلمہ اخلاص ہے "

علامہ امینی لکھتے ہیں کہ ہم اسلامی مصنفین سب کے سب پرچم اسلام کے تحت زندگی گزار رہے ہیں اور قرآن و رسالت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں اپنا فریضہ ادا کر رہے ہیں ہمارا پیغام یہ ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام اور ہمارا نعرہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ جی ہاں ہم حزب اللہ ہیں اور اس کے دین کے حامی ہیں۔

علامہ امینی اپنی کتاب کی آٹھویں جلد میں "الغدير يوحد الصفوف في الملاء الاسلامی" کے زیر عنوان اسلامی اتحاد میں کتاب الغدير کے کردار پر روشنی ڈالتے ہیں اس باب میں وہ ان لوگوں کے الزامات کا جواب دیتے ہیں جو غدير کو مسلمانوں کے درمیان تفرقہ کا سبب سمجھتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ الغدير سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوجاتا ہے اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں اس کے بعد غیر شیعہ علماء کے اعترافات نقل کرتے ہیں اور آخر میں شیخ محمد سعید دحدوح کا خط بھی قارئین کی سامنے پیش کرتے ہیں۔

ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں کہ اسلامی اتحاد میں الغدیر کے کردار کے بارے میں علامہ امینی کے سارے نظریات پیش کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے البتہ یہ بتاتے چلیں کہ الغدیر کا ترجمہ بہت سی عالمی زبانوں میں ہو چکا ہے

اسلامی اتحاد میں الغدیر اس طرح مفید ثابت ہوئی ہے کہ سب سے پہلے اہل تشیع کا نقطہ نظر بیان کرتی ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ اسلام کا یہ بڑا فرقہ پروپیگنڈوں کے برخلاف سیاسی نسلی اور خاندانی مسائل کی بنا پر معرض وجود میں نہیں آیا بلکہ اہل تشیع قرآن و سنت پر استوار مستحکم نظریاتی نظام کے حامل ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ الغدیر اس وجہ سے بھی اتحاد کے لئے مفید ہے کہ اہل تشیع پر عائد دسیوں بے بنیاد الزامات کا مستدل جواب پیش کرتی ہے جن کو پڑھ کر منصف مزاج لوگ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچتے ہوں گے کہ الزام تراشی سے صرف اور صرف دشمنان دین کے مفادات فراہم ہوتے ہیں اور امت اسلامیہ میں تفرقہ پھیلتا ہے، تیسری بات یہ ہے کہ الغدیر امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کو جو کہ اسلام کی مظلوم ترین شخصیت ہے اور جو تمام مسلمانوں کا رہبر بننے کے قابل ہے ان کی اور ان کی ذریت کی شناخت کرواتا ہے۔

الغدیر کے بارے میں علماء اسلام کے نظریات ۔

عالم اسلام کے علماء اور دانشور جو تعصب سے مبرا ہیں الغدیر کے بارے میں وہی نظریات رکھتے ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں ۔

محمد عبدالغنی حسن مصری الغدیر کی پہلی جلد طبع دوم کے مقدمے پر تقریظ میں لکھتے ہیں کہ خدا آپ کی اس غدیر کو کہ جس میں صاف و شفاف پانی ہے شیعہ اور سنی بھائیوں کے درمیان صلح و دوستی کا باعث قرار دے کہ وہ متحد ہو کر امت واحدہ کی بنیاد رکھیں ۔

مصر کے الکتاب رسالے کے مدیر عادل غضبان الغدیر کی تیسری جلد کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب اہل تشیع کی منطق کو واضح کرتی ہے اور اہل سنت اس کتاب کے ذریعے شیعہ فرقے کے بارے میں صحیح شناخت حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ شیعوں کی شناخت سے شیعہ سنی نظریات قریب آئیں گے اور مجموعی طور سے سب ایک صف میں آجائیں گے ۔

جامع الازھر کے شعبہ اصول دین میں فلسفہ کے استاد ڈاکٹر محمد غلاب الغدیر کی چوتھی جلد کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ "آپ کی کتاب بہت مناسب وقت میں مجھے موصول ہوئی کیونکہ میں اس وقت مسلمانوں کے بارے میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ اہل تشیع کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کروں آپ کی کتاب سے مجھے بڑی مدد حاصل ہوگی اور میں شیعوں کے بارے میں دوسروں کی طرح غلطیاں نہیں کروں گا ۔

ڈاکٹر عبدالرحمن کیالی حلبی الغدیر کی چوتھی جلد کے مقدمے میں دور حاضر میں مسلمانوں کے انحطاط کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے اس انحطاط سے نجات حاصل کرنے کی راہوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں ان میں ایک راہ وصی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شناخت کو بھی قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں "کتاب الغدیر اور اس کے مستدل مطالب ایسے مطالب ہیں جن سے ہر مسلمان کو آگاہ ہونا چاہیے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ مورخین نے کس طرح غلطیاں کی ہیں اور حقیقت کہاں ہے کیا ہے ہمیں اس کتاب کے ذریعے ماضی کی تلافی کرنی چاہیے

اور كوشش كر كے اتحاد قائم كرنا چاہیے تاكه اجر و ثواب كے مستحق بن سكهیں ۔
جی ہاں یہ تھی علامہ امینی كی نظر اتحاد اور عالم اسلام میں الغدير كے مفید كردار كے سلسلے میں رضوان اللہ
علیہ